© rasailojaraid.com

حاملانِ قرآن

شیخ محمد افضل عمادی

(۴)

(از مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی، علیگ)

مَا خُصِصْتُ بِشَیْءٍ اِلَّا الْفَهْمَ فِی الْقُرْآنِ

(مجھے صرف یہ خاص نعمت حاصل ہوئی کہ میں کلام اللہ کو سمجھوں)

(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

عذاب آخرت سے کیا فائدہ ہے؟ یہ مسئلہ رد و قبول و ایراد و اصدار کا موضوع بنا ہوا تھا کہ دوزخ میں عاصیوں کو مبتلائے عذاب جاوید رکھنے سے مصلحت کا کیا پہلو نکلتا ہے؟

فرمایا:۔

متاخرین فلاسفہ اسلام کی تحقیق و تنقیب کی بہترین جامع تالیف "اسفار اربعہ" ہے کہ ہمارے درس میں بھی داخل ہے۔ حکمائے ملت اسلامیہ نے اپنے مخصوص فلسفہ میں جہاں تک ترقی کی تھی یہ کتاب اس کے مراحل ارتقاء کی منزل ہے۔ آخوند ملا علی دامغانی کے اہتمام سے ۱۲۸۲ھ میں شائع ہوئی۔ فلسفہ الٰہیات میں صاحب کتاب پر فعق تصوف غالب ہے۔ صفویوں کے عہد میں ایران سے تصوف کی بیخ کنی ہو گئی، کسی کو صوفی کہنا اس کو مطعون بنانا تھا، لیکن خدا کے نقارہ کی آواز کو کون روک سکتا ہے؟ زبان خلق نے ان کو صوفی مشہور کر دیا۔ ہنوز تین پشتیں گزرنے نہ پائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھیں کہ اصفہان سے نکل کے اس شہرت کے چرچے لکھنؤ میں ہونے لگے کہ وہ بھی ہندوستان کا اصفہان تھا۔ زوال دولت اودھ سے قبل طلب علم کے لیے جب میں مقیم لکھنؤ تھا تو صاحب اسفار کے حفید سے ملاقات ہوا کرتی تھی۔ وہ بھی عالم تھے مگر عالم نہ تھے نسبت صوفیت سے ان کو شدید انکار تھا اور اس باب میں انھوں نے ایک عربی رسالہ بھی لکھا تھا جس کا ایک نسخہ مطبوعہ مجھے بھی دیا تھا۔ رسالہ کا موضوع مغلطات مبین وکیا ترجلف کے سہارے اتنا ہی تھا کہ صاحب اسفار صوفی نہ تھے، شیعی اور تھے، نہ کرفی تھے نہ شامی تھے۔

یہ ایک ضمنی بات تھی۔ اب اصل سوال پر نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

اسفار کی چوتھی جلد کے اواخر میں ایک عنوان ہے " ذکر تنبیہی " اس ذیل میں اس آیہ کریمہ کی تحقیق کرتے ہیں :-

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ   اس آگ سے بچو کہ آدمی اور پتھر اسکے ایندھن ہونگے۔

یہ تحقیق عارفان طریقت کی سند سے تمام تر مستند ہے قال بعض العرفاء سے اسکی ابتدا کی ہے جس سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلسی مراد ہیں کہ صاحب اسفار ان کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان سے جا بجا سند لیتے ہیں

عذاب بھی ایک علاج ہے

اسفار میں اسکی بسوط و شرح بحث موجود ہے اور جا بجا اس پر کلام کیا ہے عقیدت تمام فلسفیہ سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک مقام کے خاص فقرے یہ ہیں :-

ان النار قد تتخذ دواء لبعض الامراض و	بعض بیماریوں میں آگ سے علاج کرتے ہیں، ایسی بیماری
هو الداء التي لا يتقى الا بالكي من النار	کی دوا آگ ہی ہے، اس بیماری سے بچنے کی بجز اس
لقوله تعالى "فتكوى بها جباههم وجنوبهم"	کے کوئی صورت نہیں کہ آگ سے داغ دیں، اللہ تو
الآية، فقد جعل الله النار وقاية في	فرماتا ہے " آگ سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو
هذا الموطن من داء هو اشد من النار	داغ دیا جائے گا " اللہ تعالی نے اس جگہ آگ کو
في حق المبتلى به داء داء الكبر من الكبائر	اس بیماری سے بچنے کا ذریعہ قرار دیا ہے جو اس مبتلا کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقد جعل الله لهم النار يوم القيامة دواءً كالكيّ بالنار فيدفع بدخولهم النار يوم القيامة داءً عظيماً أعظم من النار وهو غضب الله ولهذا يخرجون بعد ذلك من النار إلى الجنة كما جعل الله في الحدود في الدنيا دية وقاية من عذاب الآخرة۔

حق میں آگ سے کہیں زیادہ سخت ہے، کبائر گناہ سے بڑھ کے اور کون سی بیماری ہو سکتی ہے، ایسے بیماران معصیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے وہ دوا تجویز کی ہے جو آگ سے داغنے کے مثل ہے، اس علاج کے ذریعہ سے ان کو آگ میں ڈال کر اس بڑی بیماری سے بچا لیا جو آگ سے بہت ہی بڑھی چڑھی ہے یہ بہت بڑی بیماری اللہ کے غضب کی تھی جس سے آتش دوزخ میں عذاب پانے والے بچ گئے، یہی وجہ ہے کہ اس عذاب کے بعد یہ لوگ دوزخ سے نکل کر جنت میں لائے جائیں گے، اسکی مثال دنیاوی معاملات میں حدود شرعی ہیں کہ اگرچہ ان حدود میں تعزیری سزا ہوتی ہے مگر اس تعزیر کو برداشت کر لینے کے بعد عذاب آخرت سے نجات ہے۔

دوزخ کا وجود حقیقی

فرمایا:-

إن جهنم ليست من حيث كونها دار العذاب لها وجود حقيقي بل منشأ وجودها الضلال والعصيان في النفوس حتى أنه لو لم يكن معصية بني آدم لما خلق الله النار۔

دوزخ اپنی ہستی میں درحقیقت عذاب کا ایسا مقام نہیں کہ کوئی حقیقی وجود رکھتا ہو طبیعتوں میں گمراہی نافرمانی کا موجود ہونا ہی منشائے وجود دوزخ ہے، حتیٰ کہ انسان میں اگر معصیت کی خاصیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا۔

استعداد نفوس

فرمایا:-

إن أهل العذاب هم الذين نفوسهم كانت مستعدة لدرجة من درجات الجنان ثم بطل استعدادهم بارتكاب المعاصي

اہل عذاب وہی ہیں جن کے نفس بہشت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل کرنے کے لیے آمادہ تھے معصیت کے ارتکاب سے یہ استعداد جاتی رہی۔ اب ان کی حالت اس شخص کی سی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فحالهم کحال من انحرف عن الاعتدال اللائق به والصحة التی له بجسبه فیکون فی المرض بقی حتی یرجع الی الاعتدال الذی کان له او بطل استعداده بالکلیة وانتقل مزاجه الی مزاج وافقه تلک الحالة التی کانت مخالفة لمزاجه الاول وکان مرضًا فی حقه فصار المرض صحة له والالم راحة له وانقلب العذاب عذوبة فی حقه لانقلاب جوهره الی جوهر ادنی

ہوگئی جس کا مزاج حد اعتدال سے منحرف ہوگیا ہو، یعنی جو اعتدال اور صحت اس کے لائق تھی وہ نہ رہی، ایسا شخص اس وقت تک شدید الم میں مبتلا رہے گا جب تک کہ پھر وہی اعتدال مزاج اسکو حاصل نہ ہوجائے یا پھر یہ صورت ہو کہ اسکی استعداد بالکل ہی باطل ہوجائے اور اس کا مزاج منتقل ہو کر ایسا ہوجائے کہ اس حالت کے موافق اور پہلے مزاج کے مخالف ہو۔ پہلے مزاج کی بنا پر جو حالت تھی وہ اس کے حق میں بیماری کا حکم رکھتی تھی، اب دوسرے مزاج کی رو سے وہی بیماری صحت، وہی الم راحت، وہی عذاب عذوبت، اس کے حق میں بن گیا سبب یہ ہے کہ اس کے جوہر میں انقلاب آگیا اور اب وہ ایک ادنیٰ درجہ کا جوہر ہو رہا۔

معذبین فی النار | فرمایا:۔

فکذالک حال من یدخل فی النار ویتعذب بها مدة لاجل الاعمال السیئة فان بقی فی قلبه نور الایمان فمنع ان ینغمس ظلمة المعاصی فی باطن قلبه ویحیط به السیئات فلا محالة یخرج من النار ویبرء من العذاب ولما من اسود قلبه بالکلیة وغاص فی باطن قلبه ظلمة المعاصی لاجل الکفر فلا یخرج من النار ابدًا مخلدًا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو آگ میں داخل ہوں اور اپنے اعمال بد کے باعث ایک مدت تک آگ کے عذاب میں پڑے رہیں، ایسے شخص کے دل میں اگر نور ایمان باقی ہے تو نہ معصیت کی تاریکی اس کے قلب کے اندر گھر کر سکتی ہے اور نہ گناہ اس کو ہر طرف سے گھیر سکتے ہیں، ایسا شخص لامحالہ آگ سے نکالا جائے گا اور عذاب سے بچیگا، لیکن وہ شخص جس کا قلب بالکل تاریک ہوگیا ہو اور کفر کے باعث معصیت کی تاریکی نے اُس کے قلب کے اندر گھر بنا لیا ہو ایسا شخص ہمیشہ آگ ہی میں جلتا رہے گا اور کبھی اس عذاب سے رہائی نہ پائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا :- حیف ہے کہ ان حالات میں بھی نفس کافر ایمان نہ لائے اور حق مطلق سے رجوع نہ کرے جو ادعونی (مجھ سے دعا کرو) کی دعوت دیتا ہے اور "استجب لکم" (میں تمہارے حق میں تمہاری دعا قبول کرلونگا) کا مژدہ بھی سناتا ہے ؎

صبحے بنال راہ فلک بر نبستہ اند ! | ہر چند دیر آمدۂ در نبستہ اند !
حرمانِ تو ز ہمت کوتاہ بین تست | ہرگز درِ کریم بکافر نبستہ اند
سرمایۂ شناخت چراغیت دادہ اند | آں را چراغ ز صرصر نبستہ اند
بر تشنگان ببار تجلی برائے چیست | دریا کریم و ظرف ترا سر نبستہ اند

رَبنا اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم، غیر المغضوب علیہم ولاَ الضّالین، آمین،

شفاعت | شفاعت کیا ہے اور کیوں اسکی ضرورت ہے ؟ سلسلہ کلام دراز ہو رہا تھا اور حلقے تنگ سے تنگ تر ہوتے جاتے تھے ۔

فرمایا :- شفاعت کا مادہ شفع ہے جس کے معنی زوج (جفت) کے ہیں، شفاعت کرنے والے کو شفیع اسی لیے کہتے ہیں کہ صاحب حاجت کے ساتھ وہ بھی طلب حاجت میں شریک ہوجاتا ہے، اور تثنی کو بھی بعض حالتوں میں شفع اور شفوع کہتے ہیں ۔

فالشفاعۃ ضم غیرک الی جاھک و وسیلتک فھی علی التحقیق اظھار لمنزلۃ الشفیع عند المشفع وایصال منفعۃ الی المشفوع لہٗ

شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ کسی دوسرے کو تم اپنی جاہ و مرتبہ کے حصول میں ساتھ ملالو اور اسکو وسیلہ بنالو تحقیق یہ ہے کہ شفاعت اصل میں شفاعت کرنے والے کی منزلت کا اس شخص کے سامنے ظاہر کرنا ہے جس کے پاس شفاعت کی جائے اسکے ساتھ ایک ضمنی مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ جس کی شفاعت کریں اسے کچھ نفع بھی ہو ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمائے شفاعت کو صرف خیر تک محدود رکھا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے شفاعت شر کی بھی تصریح کی ہے جس سے نمیمہ و غیبت و نقل کلام بغرض القائے عداوت مراد لیتے ہیں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا

جس نے کوئی اچھی شفاعت کی تو اس شفاعت میں سے کچھ حصہ اس کا بھی ہوگا، اور جس نے کوئی بری شفاعت کی تو اس شفاعت کا کچھ بار اس پر بھی پڑے گا، اور اللہ ہر چیز پر مقتدر ہے۔

شفاعت سیئہ کی یہ بھی تاویل کی گئی ہے کہ "یشفع کفرہ بقتال المومنین" یعنی مومنین کے ساتھ جنگ کرنے میں کفر کا ساتھ دے۔ اس کی تائید ابوموسیٰ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے امام بخاری و امام مسلم دونوں ہی راوی ہیں:-

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا فجاء رجل يسأل فاقبل علينا بوجهه وقال اشفعوا توجروا ويقضي الله على لسان رسوله ما شاء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک شخص آکے سوال کرنے لگا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کی جانب رخ کرکے فرمایا۔ "شفاعت کرو، یعنی کاربراری میں تم لوگ بھی اس کا ساتھ دو اور اس کی حاجت میں شریک ہوجاؤ، تمہیں اس کا اجر ملے گا" اللہ جو چاہتا ہے وہی اپنے پیغمبر کی زبان سے پورا کراتا ہے۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد شفاعت پر کیا اعتراض رہ گیا؟ جو لوگ اس کو ایک طرح کی سخن سازی سمجھتے ہیں کہ کسی کے کہنے یا زور ڈالنے سے اللہ تعالیٰ انسان کی بدکرداریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کو بخش دے گا۔ ایسے نادان یقیناً کلام عرب سے انجان اور مفہوم شفاعت سے قطعاً بے خبر ہیں۔

رحیل عمر روان است و محشرے در پیش
بیا و روئے بسوئے شفیع محشر کن!

© rasailojaraid.com